مطبوعات

صدائے رستاخیز: مولینا سیّد مودودیؒ کی کلکِ گہربار کے نقوش ۱۹۲۵ء۔ جمع و ترتیب: از مولینا خلیل احمد الحامدی، ناشر ادارۂ معارف اسلامی (لاہور)۔ سفید کاغذ پر کمپیوٹری طباعت، صفحات ۵۳۹/۳۰، مضبوط جلد ۔ قیمت صرف ۱۵۰ روپے۔

نہایت حیرت انگیز امر ہے کہ ۷۷ سال پہلے کی صحافیانہ نگارشات جو مولینا سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ نے روز مرہ حوادث کے متعلق لکھیں، وہ ماضی کی کسی ٹوٹی ہوئی عمارت کا ملبہ نہیں ہے جسے حال کے میوزیم میں سجا کر رکھ دیا جائے۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اپنے عنوانات کے ساتھ لفظ قطار در قطار ہماری آج کی اسلامیت، آج کی صحافت اور آج کے مسائل سے ملنے بلکہ بغل گیر ہونے کے لیے چلے آ رہے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے پون صدی پہلے کے وہ تمام حوادث، فتنے، استعماری اندھیر گردیاں، ہندو مسلم فسادات اور ان کے اسباب، عالمِ اسلام اور اپنے ملک کے کتنے ہی اکابرواعاظم اور ان کے کارنامہ ہائے خیرو شر چلے آ رہے ہیں جو آج ہمارے قریب ترین دورِ تاریخ کا حصہ ہیں۔ ان کو پڑھنے سے آج کے احوال ومقامات کو پوری طرح سمجھنا ان ادیبوں اور صحافیوں کے لیے بہ آسانی ممکن ہو جاتا ہے جو اپنے اپنے میدان ہائے کار میں اتریں یا کام کر رہے ہوں بلکہ طلبہ صحافت . سیاست کے لیے بھی اس کتاب کے مندرجات کی بڑی اہمیت ہے۔

مولینا مودودیؒ کے اس چار سالہ (۱۹۲۵ - ۱۹۲۸) صحافیانہ دور نگارش کے ماحصل کو "جو الجمعیتہ" کی ایڈیٹری میں گزرا، حاصل کرنے کی مساعی سے میری دلچسپیاں بھی وابستہ رہیں۔ مگر یہی سمجھا کہ کچھ تبرکات ہونگے جن سے جذبۂ محبت کی آبیاری ہو گی یا کچھ ثواب حاصل ہو گا۔ حصولِ لطف کا کیا سوال ؟ مگر جب دل یکسو کر کے پڑھنے بیٹھا تو ایک تو یوں محسوس ہوا کہ دورانِ مطالعہ میں کوئی قوت مجھ کو کبھی ترکی، کبھی ریف، طرابلس، تیونس میں لے جاتی ہے، اور کبھی

موثر تحریر کا بہاؤ مجھے ترکی اور سمرنا اور کبھی برطانیہ اور فرانس اور کبھی شام اور نجد و حجاز میں لے جاتا ہے اور کبھی اپنے ملک میں گاؤکشی کے قضیے، ہندو مسلم فسادات، موپلوں کے مسئلے، ہندو لیڈروں کے رویے، چند عورتوں کی نسائیت کش حرکات، احمدیوں کی سرگرمیوں اور مغربی استعمار کی جبریتوں اور سازشوں وغیرہ سے دوچار کر دیتا ہے۔ موضوعات اور بھی ہیں مگر سب کا ذکر ضروری نہیں۔

ان واقعات کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ آج کے حالات کی جو فصل ہمارے سامنے لہلہا رہی ہے اسے کس طرح پروان چڑھایا گیا ہے۔ حوادث کی کون کون سی بیل ماضی کے کس کس گملے سے اگی، کیسے بڑھی اور اس پر کیا برگ و بار آئے۔

دیکھنے کی اصل امتیازی چیز یہ ہے کہ ایک مسلمان، صحافت کے ذریعے فلاحِ ملت اور خدمتِ انسانیت نیز مزاحمتِ ظلم اور سازشوں کی گرہ کشائی کس طرح کر سکتا ہے اور ایک ایمانی سرچشمۂ نوروضیا سے کسبِ فیض کرکے اپنا رخ اپنے مقصد کی جانب کیسے قائم رکھتا ہے۔ خبریں دینا اور ان کی تحقیق وچھنائی کرنا اور ادارتی کالموں میں پریس رپورٹوں کے متعلق کو زیرِ بحث لاکر اپنے قارئین کو سوچنے کا تعمیری نہج تفویض کرنا، یہ آج کل کی تجارتی اخبار نویسی کے مقابلے میں بہت مشکل کام ہے۔ دوسرے لفظوں میں مولانا مودودیؒ نے بہ حیثیت الجمعیتہ کے ایڈیٹر کے اپنی نگارش میں اخلاقی زوح کو ابھارا۔

۱۹۲۵ء کا دورِ صحافت مغربی استعماری قوتوں کی تاخت و تاراج کا بڑا اہم تکمیلی دور تھا اور عالمِ اسلام کے مختلف حصوں پر جوروکمر کے ساتھ اقدامات ہو رہے تھے۔ مولینا نے ایک ایک ملک یا قطعہ کے متعلق وقت کے وقت خاص توجہ دی۔

مثلاً ریف اور غازی محمد بن عبدالکریم مجاہدِ ریف کے متعلق ص ۱۹، ۳۱۸ تا ۳۲۲، اور ۵۱۵ پر خاص نوٹ پیش کیے گئے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ریف پر بہت حملے کیے گئے مگر کچھ نہ بنا۔ ایک لاکھ کی آبادی کا یہ علاقہ جہاں صرف ۴۰ ہزار فوجی معرکہ آرا تھے اواخر ۲۵ء میں ہسپانیہ اور فرانس جیسی دو سلطنتوں کی ساڑھے تین لاکھ فوج اور جدید اسلحہ سے مفتوح نہ ہو سکا۔ اس حالت کا استعماریوں نے جو تجزیہ کیا، وہ الگ۔ مولینا کے فقروں کو ملاحظہ فرمایئے:

—— "مچھروں کے مقابلے میں مشین گن کا استعمال کبھی کامیاب نہیں ہو سکا"۔

—— "کوئی طاقت ور سے طاقت ور بیڑا بھی دلدل میں کام نہیں دے سکتا"۔

—— "دو سلطنتیں متضاد مقاصد کو لے کر متحدہ جنگ نہیں کر سکتیں"۔ (ص ۵۱۵)

مجھے یاد ہے کہ میرے ابتدائی دور میں محمد بن عبدالکریم مجاہد ریف کا بڑا چرچا تھا۔

دوسرا بڑا مبحث ترکیہ کا ہے جس میں سامراج کی جارحانہ و سازشی کارروائیوں کا توڑ ترکوں نے بہادری سے کیا' مولانا نے اس سلسلے کی تمام تاریخی کڑیوں پر وقت کے ساتھ ساتھ بار بار اداریے اور مضامین لکھے۔ پہلا ص ۳۵ تا ۴۰' دوسرا اہم مضمون " ترکی میں جمہوری استبداد " ہے (ص ۲۳۱)۔ پھر ایک مضمون ہے " ترکی میں افراط و تفریط کا ہنگامہ " (ص ۵۰۵ تا ۵۰۶)" مسئلہ اصلاح اور ترکی مدبرین "(۴۶۵ تا ۴۷۷)۔

تیسری اہم گفتگو مسئلہ نجدو حجاز پر آتی ہے مگر انگریزوں کے آلہ' کار شریف حسین کی بادشاہت' حجاز کے اطراف میں برطانوی تسلط وغیرہ مسائل کے علاوہ حج میں رخنہ اندازی اور ابن سعود کے مقابلے میں شریف حسین کی حریفانہ .حرکات ۔ عرب میں برطانیہ کی چالیں۔ ان کو پڑھ کر لمبا دورِ آویزش سامنے آتا ہے۔

ایک بڑا موضوع مصر ہے اور اسکی سیاست کے مختلف طوفانوں اور مدوجزر کے تذکرے ملتے ہیں۔ ایران اور جمعیتِ اقوام اور انقلابِ ایران۔ خود ہندوستان کے متعلق ایک طرف استعماری شرانگیز چالوں کا ذکر ہے' دوسری طرف ہندوؤں کی مسلم دشمنی کا اور تیسری طرف ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف فسادات اور ان کی تنظیمیں اور پھر خاصا لمبا قصہ احمدیوں کا بھی ملتا ہے۔ نیز موپلوں کے معاملے میں حکومت کی غلط اسکیموں پر تنقید ہے۔ دمشق کی بربادی' شام اور فرانس کا قصہ' ایران کے حالات' دکن کے بارے میں ضروری باتیں' استعمار اور علمائے سوء' بنکوں کا سود' یومِ عاشورہ کے متعلق احادیث' چند نادان (ماڈرن) عورتوں کا فتنہ اور حسن پرستی کا مظاہرہ' اور پھر ہندوستان میں مسیحیوں کی ترقی کے اعداد و شمار' کلکتہ میں مسیحی تبلیغ اور عرب میں مسیحی تبلیغ کی طرف توجہ۔ دلچسپ بات یہ کہ مولینا نے ص ۳۵۸ کی بحث میں ثابت کیا ہے کہ قدیم ہندومت میں گائے کا ذبیحہ و قربانی جائز تھی۔

ہم نے پہلے بھی مولینا مودودیؒ کے اسلوبِ نگارش اور زبان پر بات کی ہے۔ مولینا کی زبان خوبصورت ادبیت' سلاست و روانی' تجزیۂ مسائل کی آئینہ داری اور زورِ استدلال اوّل درجے کا ہے اور اس دور کی زبان کی مخصوص ساخت مولینا کے بعد کے لٹریچر کی زبان سے اتنی ملتی ہے کہ کوئی بھی نکتہ شناس آدمی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ دونوں ادوار کی تحریریں ایک ہی شخص کی ہیں۔ ان میں ادبی حلاوت و استدلال کی کشش' محاوروں اور تمثیلات کا استعمال ایسی خوبیاں ہیں جن کی جھلک دکھانے کے لیے دو ایک مختصر عبارتیں درج ذیل ہیں :

"اب یہ حال ہے کہ اقصائے مغرب سے لے کر برقہ کے آخری حدود تک جور و ستم کا ایک رولر پوری بے دردی کے ساتھ کلمہ گویانِ توحید کو کچل رہا ہے' اور انسانیت' تہذیب اور مذہب کے علمبردار اپنے ہاتھوں کو مسلم کشی کے خون سے رنگین کر رہے ہیں --- " اہلِ مغرب (افریقہ کا شمالی مغربی حصہ) کو کتوں اور بلیوں سے ذلیل سمجھا جاتا ہے ایک فرانسیسی کی جان ہزاروں مراکشیوں کی جان سے قیمتی ہے --- ۱۶ لاکھ ایکڑ زمین جوتنے والے مسلمانوں کو ان ۱۰ لاکھ ایکڑ کا بھی لگان ادا کرنا پڑتا ہے جو فرانسیسوں اور فرانسیسی یہودیوں کے زیر کاشت ہیں۔ " (ص ۲۷)

"فرض کیجئے کہ بیان کردہ مظالم (سیام میں) کا عشر عشیر بھی درست ہے اور پانچ چار لاکھ نہیں بلکہ دس بارہ سو مسلمانوں پر' کلمہ توحید پڑھنے والوں پر' خدائے قدوس کے پرستاروں پر ظلم ڈھایا گیا ہے تو کونسا قلب ہو گا جو ساکت و ساکن رہ سکے گا؟ کونسا مسلمان دل ہوگا جو اضطراب و ہیجان سے سیماب وش' مضطرب اور بے چین نہ ہو جائے گا اور کونسی آنکھ خوں کے آنسو نہ روئے گی۔ " (ص ۷۷)

"مرہٹہ لیڈروں نے باجی راؤ اول کی برسی بھی منانی شروع کر دی ہے جس کے متعلق ہر تاریخ داں اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ مرہٹہ قوم میں سیواجی کے بعد سب سے بڑا اور سب سے زیادہ کامیاب دشمنِ اسلام گزرا ہے۔ اسکی وجہ ہماری سمجھ میں اس کے سوا کوئی نہیں آتی کہ مغلیہ سلطنت کے دورِ اخیر میں یہی دونوں شخص مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن تھے اور ہندوستان سے اسلام کی حکومت کو مٹانے میں انہی دونوں نے سب سے زیادہ کوششیں کی تھیں --- نہ ان کا اخلاقی درجہ ہندو قوم کے عوام سے کچھ بلند تھا اور نہ وہ علوم و تمدن کے مربی و سرپرست تھے۔" (۱۹۲)

"اس کے (موپلا قوم کے) خصائص بعینہٖ وہی ہیں جو اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اس کے عرب آباؤاجداد اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی یہی وہ حرکت ہے جس کی پاداش میں اس کے اکابرین کو سنگینوں میں پرویا گیا اور گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اور اس کے بعد اسکے معصوم و مظلوم بچوں کو کالے پانی کی سرزمین میں دفن کیا جا رہا ہے۔" (ص ۲۲۴)

ایک اقتباس ذرا تفصیلی :

" لیکن اصلی سوال نفسِ اصلاح کا نہیں بلکہ طریقِ اصلاح اور مقصدِ اصلاح کا ہے

(بسلسلہ ترکی) اور وہی دراصل باعث اختلاف و نزاع ہے۔ نہ صرف ترکی بلکہ تمام دنیائے اسلام کے ارباب فکروبصیرت اس سوال کے حل میں مصروف ہیں۔ اس باب میں ان کی رائیں اس قدر مختلف ہیں کہ ہم ان کو چار جماعتوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (تلخیص):

ایک وہ جماعت جو خالص دینی احیاء کی قائل ہے (اور یورپ کی ہر چیز سے مقاطعہ چاہتی ہے۔)

دوسری وہ جماعت جو پہلی جماعت سے متحد ہے مگر علوم و صنائع جدیدہ سے استفادہ کو ضروری سمجھتی ہے۔

تیسری وہ جماعت جو مذہب کو صرف مذہبی زندگی کے اسلامی دائرہ میں محدود رکھ کر باقی تمام شعبوں میں مغرب کی تقلید کرتی ہے۔

چوتھی جماعت وہ ہے جو مغربی تمدن کی شان و شوکت سے بالکل مرعوب ہو گئی ہے اور مذہب کی قیود کو صرف اس حد تک برداشت کرنے کے لیے تیار ہے جس حد تک وہ اسے یورپین تہذیب و تمدن اختیار کرنے میں مانع نہ ہو"۔

اس چوتھی جماعت (یا گروہ) کا جائزہ ملاحظہ ہو:

"اس جماعت کو ہم نے یورپ کے غلبہ کی بدترین پیداوار کے نام سے موسوم کیا ہے اس میں محض لفاظی نہیں بلکہ ایک اہم حقیقت پوشیدہ ہے۔ اگر آپ اس کی حقیقت پر غور کریں تو پہلی نظر میں معلوم ہو جائے گا کہ وہ دراصل یورپ کی سطوت و جبروت اور اسلام کی نکبت و ذلت کے اجتماع سے پیدا ہوئی ہے۔ اور اس کے دماغ پر یورپ اس بری طرح مسلط ہو گیا ہے کہ وہ ترقی اور یورپ کی تقلید جامد کو لازم و ملزوم سمجھنے لگی ہے ---- عموماً ہم نے اس کے افراد میں یہ عیب دیکھا ہے کہ وہ یورپ والوں کی خوبیوں کو چھوڑ کر صرف عیوب کو چن لیتے ہیں اور صرف انہی کو لازمۂ تہذیب سمجھتے ہیں ---- انہیں لے دے کر اگر کچھ پسند آیا ہے تو وہ صرف یورپ کا مسرفانہ نیم عریاں لباس' اس کی فضول خرچ معاشرت' اسکی غیر مشروط (غیر محدود) آزادی' اس کی مخرب اخلاق تہذیب' اس کی عفت کش بے پردگی' اور اس کی دہریت و بے دینی ہے۔ (ص ۴۶۹ تا ۴۷۲)

اس روانی اور بہاؤ کو آپ نے دیکھا۔ یہ نثر نگاری کا ایک مخصوص مکتبِ مودودی ہے۔ زبان

بقیہ بر صفحہ ۵۳